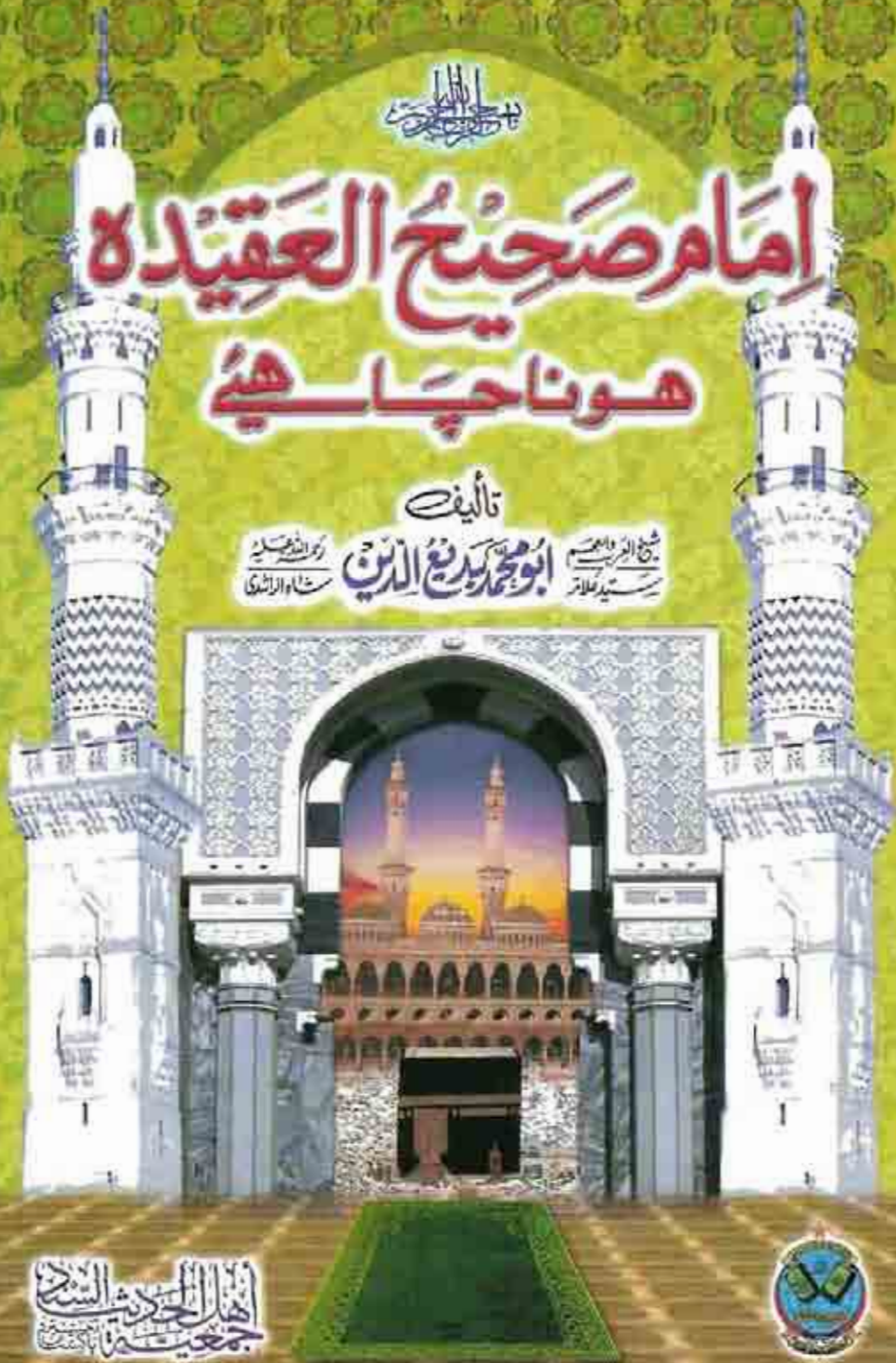


بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# إِمَامُ صَحِيحِ الْعَقِيدَةِ هُوَ نَاحِيَا هِيْ

تأليف

شيخ الإسلام  
سيدنا  
أبو محمد كبريت الدين  
رحمه الله تعالى



أَهْلُ الْحَدِيثِ السُّنَّةِ  
مَجْلِدُ مَا فِيهِ





سلسلہ مطبوعات  
15

# امام صحيح العقيدة هونا حيا هي

تأليف  
شيخ الإسلام  
ابو محمد ربيع الدين  
رواسي  
شيخ الاسلام  
سيد غلام

مقدمه  
عبد الله ناصر رحمان حفظه الله

ناشر

جميعية اهل البيت  
كل جرحي في وشن

کراچی دفتر: الرشیدی مسجد اہل بیت، مکتبہ المین، کراچی، فون: 7511932

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب..... امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے  
 مؤلف..... شیخ العرب والجمہ بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ  
 مقدمہ..... فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ  
 تصحیح و نظر ثانی..... فضیلۃ الشیخ محمد حسین ملتستانی حفظہ اللہ  
 تاریخ اشاعت ششم جزوی الثانی ۱۴۲۲ھ بمطابق ستمبر ۲۰۰۱ء  
 قیمت.....  
 کمپوزنگ..... محمد آصف مغل (گرین ٹاؤن، کراچی)

﴿ادارہ کی مطبوعات مندرجہ ذیل پتوں سے مل سکتی ہیں﴾

- ☆ دفتر جمعیت المجدیہ سیدہ جامع مسجد الراشدی موسیٰ الین۔ کراچی فون: 7511932
- ☆ مکتبہ نور حرم ۶ نعمان سینٹر بلاک ۵ گلشن اقبال۔ کراچی فون: 4965124
- ☆ مکتبہ المجدیہ سٹریٹ، کورٹ روڈ، کراچی۔
- ☆ مکتبہ توحید محمد جنید دلی مسجد دہلی کالونی۔ کراچی
- ☆ عتیق سزائین اردو بازار۔ کراچی فون: 2631220
- ☆ علمی کتاب گھر، اردو بازار، کراچی۔
- ☆ مکتبہ الدعوة السلفیہ نزد مسجد المجدیہ، پکا قلعہ دروازہ۔ حیدرآباد
- ☆ مکتبہ السلفیہ، شیش محل روڈ۔ لاہور
- ☆ مکتبہ قدوسیہ غزنی اسٹریٹ اردو بازار۔ لاہور
- ☆ مکتبہ اسلامیہ، بھوانہ بازار۔ فیصل آباد فون: 631204
- ☆ جامع مسجد عثمان بن عفان میکٹر 11/2-G۔ اسلام آباد



الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام  
على اشرف الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه ومن  
تبعهم باحسان الى يوم الدين

اَمَّا بَعْدُ

زیر نظر رسالہ کا موضوع یہ ہے کہ ”حنفی مذہب رکھنے والوں کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی“ کیونکہ ان کے عقائد میں بے پناہ اضطراب پایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ عقیدہ کا صحیح و درست ہونا دین اسلام کا اولین فریضہ اور سب سے اہم تقاضہ ہے۔ صحتِ اعتقاد پر ہی تمام اعمال کی درستی اور قبولیت کا انحصار ہے۔ عقیدہ کا مرکز انسان کا دل ہے، جب کہ اعمال کا تعلق بقیہ انسانی اعضاء سے ہے..... چنانچہ ایک حدیث میں دل اور دیگر اعضاء انسانی کے باہمی تعلق کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:-

الا ان في الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا

فسدت فسد الجسد كله الا وهي القلب.

یعنی ”جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہو تو تمام جسم درست ہے اور اگر وہ فاسد ہو جائے تو تمام جسم فاسد ہو جاتا ہے۔ وہ ٹکڑا انسان کا دل ہے۔“

اس حدیث کی سب سے صریح دلالت یہی ہے کہ دل کی درستی یعنی صحتِ اعتقاد پر، تمام بدن کی درستی یعنی تمام اعمال کی مقبولیت موقوف و منحصر ہے۔ جبکہ دل کی خرابی یعنی فسادِ عقیدہ سے تمام جسم یعنی تمام اعمال کا فساد لازم آتا ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں منافقین کے تمام (بہ ظاہر) اعمال صالحہ کی نامقبولیت کو ان

کے دلی اضطراب یعنی فسادِ عقیدہ پر مرتب کیا گیا۔ (فی قلوبہم مرض) صحتِ عقیدہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام ”حقائق شرعیہ ثابتہ“ کے متعلق وہی فکر ہو جو قرآن و حدیث نے پیش کی ہے اور وہی منشا و مراد ہو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے۔ کسی مقام پر اس سے سرمو انحراف کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد واضح ہو کہ حنفی مذہب رکھنے والوں کے بہت سے معقولات ایسے ہیں جو قرآن و حدیث اور فکرِ سلف (صحابہ و تابعین وغیرہ) کے خلاف ہیں۔

چنانچہ زیرِ نظر رسالہ میں ان کے ایسے بہت سے عقائد کو انہی کی مستند و متداول (مروج) کتب کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ یہ تمام عقائد کتاب و سنت کے خلاف ہیں۔ زیرِ مطالعہ رسالہ میں جن جن عقائد کی نشاندہی کی گئی ہے ان کا خلاصہ یہ ہے:-

(۱) حنفی مذہب رکھنے والے، صفاتِ باری تعالیٰ میں تاویل کرنا دوسمجھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی کتب کے حوالوں سے بتایا گیا ہے کہ وہ ”استواء علی العرش“ کو غلبہ اور استیلاء کے معنی میں لیتے ہیں۔ ید اللہ (اللہ کے ہاتھ) کی تاویل قدرت سے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے علو (بلندی) کو بلندی مرتبہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

حالانکہ صفاتِ باری تعالیٰ پر مشتمل تمام آیات قرآنی آیاتِ متشابہات کے دائرہ میں آتی ہیں۔ جن پر بلا کیف (کیفیت کی بحث میں پڑے بغیر) ایمان لانا فرض ہے۔ ایسا ایمان جو ہر قسم کی تاویل، تشبیہ یا تعطیل وغیرہ سے بالکل پاک اور مبرا ہو۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی نشانی قرار دیا اور اس فکر کے حامل افراد کو ”راستخین فی العلم“ کہا۔ جبکہ تاویلیں کرنے والوں کو ”اہل زلیغ“ میں شمار کیا گیا ہے۔ جن کے دل میڑھے اور منحرف و مضطرب ہوتے ہیں۔

اسی بحث کے ضمن میں بعض اکابر احناف کے حوالوں سے واضح کیا گیا ہے کہ وہ ”نظریہ وحدت الوجود“ کے حامل ہیں اور اس نظریہ کو اپنانے میں جتنی اللہ تعالیٰ کی توہین لازم آتی ہے وہ شاید ہی کسی دوسرے نظریہ میں پائی جاتی ہو۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

(۲) حنفی مذہب رکھنے والے قرآن پاک کو کلام اللہ نہیں مانتے، بلکہ ایسا کلام مانتے ہیں جو اللہ کے کلام پر دال ہے۔ چنانچہ ان کے اسی نظریہ کے متعلق شرح عقائد نسفیہ سے متعدد نقول پیش کی گئی ہیں۔ بلکہ اس عقیدہ فاسدہ کی بنیاد پر ایک اور عقیدہ فاسدہ تراش لیا گیا اور وہ یہ کہ ”جب یہ قرآن اصل قرآن کا مفہوم ہے تو پھر کسی دوسری زبان میں اسکا مفہوم بھی قرآن ہی ہو گا لہذا عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔“

(۳) حنفی مذہب رکھنے والے ”توسل بالذوات“ کے قائل ہیں۔ اس ضمن میں رسالہ ہذا میں بعض ایسے اشعار نقل کئے گئے ہیں جو اکابرین احناف مثلاً علامہ اشرف علی تھانوی اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی وغیرہ نے کہے ہیں اور ان میں صریح شرک پایا جاتا ہے۔

(۴) حنفی مذہب رکھنے والے رسول اللہ ﷺ کو ابدی زندگی کے ساتھ (زندہ) متصف کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کو قبر مبارک میں زندہ مانتے ہیں اور زندگی بھی دنیوی، برزخی نہیں، حالانکہ ہمیشہ زندہ رہنا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کی اس صفت میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

(۵) ایمان کے متعلق احناف کا نظریہ صریح کتاب و سنت کے خلاف ہے۔ چنانچہ وہ نہ تو ایمان کی زیادتی و کمی کے قائل ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک میں بیشتر مقامات پر بعض اعمال کو زیادتی و ایمان کا موجب قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح وہ اعمال کو ایمان کا

جز نہیں مانتے، بلکہ ان کے ہاں ”ایمان صرف زبان کے اقرار اور دل کی تصدیق کا نام ہے۔“

یہاں ذرا سا غور کیجئے کہ جب اعمال کو وہ ایمان میں داخل ہی نہیں سمجھتے تو نماز بھی (ایک) عمل ہے، لہذا جب وہ نماز کو ایمان کا جز ماننے پر تیار نہیں تو پھر (الحدیث کی) نماز ان کی اقتداء میں کیونکر معتبر ہو سکتی ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بطور خاص نماز کو ایمان کہا ہے۔ احادیث میں ترک نماز کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے، تو پھر نماز کے ایمان ہونے میں کونسا امر مانع ہے؟ لہذا جب نماز کے مسئلہ میں ان کی بنیاد ہی غلط ہے تو پھر ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا چہ معنی دارو؟

قارئین کرام! مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ احناف کے اندر پائے جانے والے بہت سے عقائد انتہائی انحراف و اضطراب کا شکار ہیں۔ لہذا ”مخل فی العقیدہ“ امام کی اقتداء کیسے درست ہو سکتی ہے؟

مسئلہ زیر بحث پر ایک اور پہلو سے بھی گفتگو ہو سکتی ہے اور وہ ”تقلید شخصی“ کی وہ صورت ہے جو ہمارے ملک میں عمومی طور پر ہر خاص و عام پر مسلط ہے الا ماشاء اللہ چنانچہ ”تقلید جاند“ عقیدہ کا بہت بڑا انحراف ہے اور شرک کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے ظاہر و بین احکام پر اپنے امام کے قول کو مقدم کیا جاتا ہے۔ اس کی ایک جھلک مندرجہ ذیل حوالہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

جامع ترمذی کے ساتھ ”التقریر للترمذی“ کے نام سے ایک رسالہ چھپا ہوا ہے جو مولوی محمود الحسن دیوبندی کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایک فقہی مسئلہ ”خیار مجلس“ پر بحث کرتے ہوئے موصوف نے شوافع کے ساتھ

اپنا اختلاف نقل کیا ہے۔ پھر مذہب شوافع کے استدلال میں بعض احادیث بھی نقل کی ہیں، اس کے بعد اپنا فیصلہ یوں صادر فرمایا ہے:-

”الحق والانصاف ان الترجیع للشافعی فی هذه المسألة

ونحن مقلدون يجب علينا تقليدا امامنا ابی حنیفہ“

یعنی حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ترجیح امام شافعی (کے موقف) کو حاصل ہے اور ہم چونکہ مقلد ہیں لہذا ہم پر تو امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے۔“ (التقریر للترمذی ص ۳۹-۴۰)

قارئین کرام! یہاں پر ”تقلید جامد“ کا اسلوب ملاحظہ فرمائیں، پہلے حق کی تعیین خود فرما رہے ہیں اور پھر محض تقلید کی وجہ سے خلاف حق یعنی باطل کو اختیار کر رہے ہیں۔ یہ انتہائی قابل مذمت جمود ہے۔ کیونکہ پہلے حق کا اعتراف کیا گیا ہے۔ جبکہ اعتراف حق کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت اور حکم کچھ اور ہے اور امام ابو حنیفہ کا فیصلہ اس کے برخلاف ہے۔ لہذا ہم اللہ، رسول کی نہیں بلکہ اپنے امام کی مانیں گے۔

نیز اس عبارت سے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ایسے نزاع کے موقع پر تقلید امام ضروری ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات یعنی حق کی پیروی کی ضرورت نہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

اب آپ انصاف سے بتائیے کہ اس قسم کی روش، اللہ کی شریعت میں دخل اندازی اور اس کے حکم میں شرارت کے مترادف نہیں؟

یقیناً یہ شرک فی الحکم ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:-

ولا یشرک فی حکمہ احداً

نیز فرمایا:-



فان تنازعتم فی شئ فردوه الی اللہ والرسول

نیز فرمایا :-

لکّل جعلنا منکم شرعة ومنهاجاً

قارئین کرام ! جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات، معبود برحق ہے اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت شرک ہے۔ ویسے ہی وہ ذات واحد لا شریک، شارع و حاکم ہے۔ اس کے سوا دوسروں کی اطاعت شرک ہے۔ فرق یہ ہے کہ پہلا شرک، شرک فی العبادۃ ہے جبکہ دوسرا شرک، شرک فی الاطاعت ہے۔

البتہ (شرعی امور میں) رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی فرض ہے کیونکہ ان کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کوئی جدا چیز نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے۔ فرمایا:-

”من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ“ اور جس نے رسول کی اطاعت کی تو حقیقۃً اس نے اللہ (ہی) کی اطاعت کی۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:-

”من اطاع محمداً فقد اطاع اللہ ومن عصی محمداً فقد عصی اللہ“

یعنی جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ قارئین کرام ! تقلید شخص کے شرک ہونے پر قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیت انتہائی قابل غور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

اتخذوا أجبارهم و رهبانهم أرباباً من دون الله والمسیح ابن

مریم وما أمروا إلا ليعبدوا إلهاً واحداً (التوبہ آیت ۳۱)

اس آیت سے واضح ہو رہا ہے کہ اہل کتاب نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ

کے سوا اپنا رب بنایا ہوا تھا، حالانکہ اللہ کا فرمان یہ تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو لیکن ان کا اپنے علماء کو رب بنانے کا معنی یہ نہیں تھا کہ وہ ان کی عبادت کرتے تھے، یا ان کے نام کا (جانور) ذبح کرتے تھے یا انہیں سجدہ کرتے تھے، بلکہ رب بنانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ ہر چیز میں اپنے علماء کی اطاعت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سنن ترمذی میں اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے:-

”اما انہم لم یكونوا یعبدونہم ولكنہم كانوا اذا احلوا لہم شیئاً استحلوه واذا حرموا علیہم شیئاً حرموه“ (ترمذی)

یعنی وہ ان کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ جب ان کے علماء ان کے لئے کسی چیز کو حلال کرتے تو اسے حلال مان لیتے تھے اور اگر کسی چیز کو حرام کرتے تو اسے حرام مان لیتے تھے۔

گویا ہر معاملہ میں علماء کی اطاعت اور ان کے (اپنے تئیں) حلال و حرام کردہ کو حلال و حرام قبول کرنا ہی انہیں رب بنانا تھا۔ اور ظاہر ہے یہ شرک ہے۔

صحابی رسول حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا ”کیا اہل کتاب نے اپنے احبار و رہبان کی عبادت کی تھی؟ فرمایا، نہیں بلکہ ان کے حرام کردہ کو حرام مانتے تھے اور ان کے حلال کردہ کو حلال مانتے تھے۔ اسی چیز کو اللہ نے عبادت قرار دیا اور اسی نتیجہ حرکت کی بنا پر یہ ارشاد فرمایا کہ ”انہوں نے اپنے علماء کو اپنا رب مان لیا ہے۔“ امام قرطبی نے اسی آیت کے تحت فرمایا ہے:-

”جعلوا احبارہم و رہبانہم کالارباب حیث اطاعوہم فی کل شیئ“

”انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو رب کا درجہ دے دیا تھا کیونکہ ہر بات میں ان کی اطاعت کی تھی۔“ (تفسیر قرطبی جلد ۸ ص ۱۲۰)۔

افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں بھی تقلید جامد کی یہی صورت کار فرما ہے اور پورے دین کی عمارت ایک امام پر قائم کر دی ہے اور تمام احکام میں ان کا (یعنی ان سے منسوب) فتویٰ اور قول قبول کیا جاتا ہے۔

یہ جمود، عقیدہ کا زبردست انحراف ہے۔ خود تمام ائمہ کرام اس جمود سے بری ہیں۔ لہذا جن ائمہ مساجد کی یہ روش ہو ان کی اقتداء کیسے درست ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصلاح عقیدہ کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب و سنت کی سچی محبت عطا فرمائے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و علی آلہ وصحبہ و اہل اطاعتہ اجمعین۔

وکتبہ / عبد اللہ ناصر رحمانی  
امیر جمعیت اہلحدیث سندھ



نحمد ونصلی علیہ رسولہ الکریم (اما بعد)

سوال: حنفی مذہب رکھنے والوں کے پیچھے یعنی ان کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں؟

بینوا بالبرهان ، توجبوا لاجر من الله المنان

جواب: وباللہ تعالیٰ التوفیق: عقائد حنفیہ میں چند ایسی بنیادی خامیاں موجود ہیں جو کہ ان کی اقتداء سے مانع ہیں۔

اولاً: صفات باری تعالیٰ میں تاویل کو برقرار رکھنا اور درست سمجھنا۔ علامہ خلیل احمد سہارنپوری کی کتاب ”المہند علی المفہد“ جو کہ عقائد علماء دیوبند کا مجموعہ ہے اور اس پر مشہور اور اکابر علماء دیوبند کی تصدیقیں موجود ہیں۔ مثلاً شیخ الہند علامہ محمود الحسن، علامہ امیر حسن امر وہوی۔ علامہ اشرف علی تھانوی اور علامہ کفایت اللہ وغیرہم۔ اس کے صفحہ نمبر (۱۰) میں ہے کہ ”اور ہمارے اماموں نے آیات میں جو صحیح لغت اور شرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تاکہ کم فہم سمجھ لیں۔ مثلاً استوی۔ اس سے مراد غلبہ ہوا اور ہاتھ سے قدرت۔ یہ بھی بات نزدیک ان کے حق ہے۔“ اس قسم کی تاویلیں عقیدہ سلف صالحین کے خلاف ہیں بلکہ قرآن و حدیث کے متعدد احکام کے بھی منافی ہیں۔

قال الحافظ ابوبکر الاسماعیلی اعلموا رحمکم الله ان  
مذاهب اهل الحديث اهل السنة والجماعة الاقرار بالله  
وما لا یکنہ وکتبہ ورسلہ و قبول ما نطق بہ کتاب اللہ وما  
صحت بہ الروایۃ عن رسول اللہ ﷺ لا معدل عماورد بہ .

يعتقدون ان الله تعالى مدعو باسمائه الحسنی موصوف بصفاته التي وصف بها نفسه ووصف بها نبيه خلق آدم بيده ويداہ مبسوطان بلا اعتقاد كيف واستوى على العرش ولم يذكر كيف كان استواؤه كان استواؤه على العرش ولم يذكر كيف كان استواؤه كذا في كتاب العلو للعلی الغفار للحافظ الذهبي (ص ۱۴۵ الہندی).

حافظ ابو بکر اسماعیلی فرماتے ہیں کہ سمجھو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، بیشک الہدیت جو کہ (صحیح معنوں میں) اہل سنت والجماعت ہیں ان کے مذاہب یہ ہیں۔ ”اللہ تعالیٰ (کے موجود ہونے) کا اقرار کرنا اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں (کے برحق ہونے) کا اقرار کرنا، جو چیزایات اللہ کی کتاب بتائے اور جو چیز نبی کریم ﷺ سے صحیح مروی ہو اس کو قبول کرنا۔“ (چونکہ) جو بات صحیح روایت سے ثابت ہو اس سے گریز نہیں کیا جاسکتا۔ اہل حدیث کا اعتقاد ہے کہ بلا شک اللہ تعالیٰ اپنے اچھے ناموں کے ساتھ پکارا جاتا ہے اور وہ ان صفتوں کے ساتھ موصوف ہے جو صفتیں خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کیلئے بیان کی ہیں۔ نیز نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو جن صفات کے ساتھ موصوف کیا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور اس کے دونوں ہاتھ فراخ اور کھلے ہیں۔ لہذا اللہ کیلئے ہاتھ ہونے پر بغیر کیفیت و تصور کے اعتقاد اور ایمان لانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے پر ایمان لانا بغیر کیفیت کے، جیسے اس کی ذات کو لائق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہی بتایا ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے اور اپنے مستوی ہونے کی کیفیت ذکر نہیں کی۔ حافظ ذہبی کی کتاب ”العلو للعلی الغفار“ کے صفحہ ۱۴۵۔ الہندی پر اسی طرح ہے۔

ثابت ہوا کہ احناف کی تاویل میں اجماع سلف کے خلاف ہیں اور سلف صالحین کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔ امام بیہقی کتاب ”الاسماء والصفات“ صفحہ ۳۹۱ طبع الہند میں امام اوزاعی سے نقل کرتے ہیں:-

يقول كنا والتابعون متوافرون نقول: ان الله تعالى ذكره فوق

عرشه و نؤمن بما وردت السنة به من صفاته جل و علا . ۵۱ .

”ہم اور کثیر تابعین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر ہمارا ایمان ہے جو بھی سنت سے ثابت ہیں۔“

وقال الحافظ ابو عبد الله بطة في كتاب الإبانة : اجمع

المسلمون من الصحابة والتابعين ان الله على عرشه فوق

سموته بائن من خلقه .

”حافظ ابو عبد اللہ بطہ کتاب ”الإبانة“ میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر آسمانوں پر اپنی مخلوق سے بالکل الگ تھلگ ہے۔“

اسی طرح ائمہ دین ابو اسماعیل انصاری عبد الرحمن بن حاتم۔ ابو نصر الحزری، ابو الحسن اشعری، ابو عمر الطلمنکی، ابو نعیم اصفہانی اور ابو بکر اسماعیل الصابونی نے بھی سلف کا اجماع نقل کیا ہے۔ کافی ”العلولذہی“۔ اور امام حاکم کی ”معرفتہ علوم الحدیث“ صفحہ ۸۴ میں امام ابن خزمہ سے منقول ہے کہ:-

يقول من لم يقر بأن الله تعالى على عرشه قد استوى فوق

سموته فهو كافر بربه يستتاب فان تاب والا ضربت عنقه

والقى على بعض المزابل حيث لا يتأذى المسلمون

و المعاهدون بنتن ریح جيفته و كان ماله فيئا لا يوثه احد من

المسلمین اذا المسلم لا یراث الکافر کما قالہ ﷺ . ۱۵.

”فرماتے ہیں، جو شخص آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کے اپنے عرش پر مستوی ہونے کا اقرار نہ کرے، وہ اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔ اس کو توبہ کی تلقین کی جائے۔ اگر توبہ کرے تو بہتر، ورنہ اس کی گردن اڑادی جائے اور اس کو گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا جائے تاکہ مسلمان اور ذمی لوگ اس کی لاش کی بدبو سے تکلیف نہ پائیں (اس کا یہ حال بطور نصیحت ہوگا) کوئی مسلمان اس کا وارث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ کافر کا وارث مسلمان نہیں ہو سکتا۔

مزید تفصیل کیلئے ہماری کتاب ”توحید خالص“ دیکھنی چاہیے۔ اور دوسری طرف علماء حنفیہ کی معتبر تفسیر جس کا مصنف علامہ ابوالبرکات النشئی ہے۔ جس کو مجتہد فی المذہب شمار کیا گیا ہے۔ کما فی التعليقات السنیة علی الفوائد البیة للعلامة عبدالحی لکھنوی صفحہ ۱۰۱۔ موصوف اپنی تفسیر ”مدارک التنزیل وحقائق التاویل“ میں ہر جگہ استوی کا معنی استیلاء کرتے ہیں اور ایک جگہ لکھتے ہیں:-

(ثم استوی) استولے (علی العرش) اضاف الاستیلاء الی

العرش وان کان سبحانه و تعالیٰ مستولیا علی جمیع

المخلوقات لان العرش اعظمها واعلاها و تفسیر العرش

بالسریر والاستواء بالاستقرار کما تقوله المشبهة باطل، لانه

تعالیٰ کان قبل العرش والمکان، وهو الان کما کان لان

التغیر من صفات الاکوان . ۱۵. (مدارک التنزیل ص ۵۶ ج ۲)

”ثم استوی کا معنی کرتے ہیں کہ استولی یعنی اللہ تعالیٰ غالب ہوا عرش پر۔ استیلاء

یعنی غلبہ کی نسبت عرش کی طرف ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ جمیع مخلوق پر غالب ہے۔

کیونکہ عرش تمام مخلوق سے بڑا اور اونچا ہے۔ عرش کا معنی چارپائی یا تخت کرنا اور استواء

کا معنی استقرار (یعنی قرار پکڑنا) کرنا جیسا کہ فرقہ مشبہ کا عقیدہ ہے، باطل ہے۔ کیونکہ ایک حالت سے دوسری کی طرف تغیر، ممکنات کی صفات سے ہے۔ اور ملا علی قاری شرح فقہ الاکبر (صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ) میں لکھتے ہیں۔

واما علوه تعالیٰ علی خلقه المستفاد من نحو قوله تعالیٰ "وهو القاهر فوق عباده" فعلموا مكانة و مرتبة لا علو مكان كما هو مقرر عند اهل السنة والجماعة بل وسائر طوائف الاسلام من المعتزلة والخوارج وسائر اهل البدعة الا طائفة من المجسمة و جهلة من الحنابلة القائلين بالجهة تعالیٰ اللہ عن ذلك علوا كبيرا. وقد اغرب الشارح حيث قال فی قوله تعالیٰ "نزل به الروح الامین علی قلبك" فی ذلك اثبات صفة العلو للہ تعالیٰ انتهى وغرابته لا تخفى اذا لنزول والتنزيل تعديتها بعلی، والمراد بنزوله ههنا من جهة السماء علی ان الکلام فی علوا لمكان علی قلب الرسول ﷺ ولا نزاع فی هذا المقام ولا يلزم من ذلك علو المكان للملك العلام. واما قوله: وكلام السلف فی اثبات صفة العلو كثير جداً بعد ما ذكر بعض الايات والاحاديث الدالة علی صفة الفوقية و نعت العلوية فسلم الا انه مؤول كله بعلو المكانة. اه و هكذا نحوه فی المسائرة لابن همام مع شرح المسامرة.

”اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر بلند ہونا، اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے ”وہو القاهر فوق عباده“ اور وہ بلند اور غالب ہے اپنے بندوں پر۔ اس سے مراد مرتبہ کی



بلندی مراد ہے۔ نہ کہ کوئی مکان اور جگہ کے اعتبار سے بلندی مراد ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہی مراد ہے۔ بلکہ اسلام کے باقی فرقے معتزلہ، خوارج اور اہل بدعت کے نزدیک یہی مراد ہے۔ سوائے مجسمہ فرقے اور جاہل حنبلیوں کے جو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند اور بڑا ہے۔ شارح کا اللہ تعالیٰ کے قول ”اتار اس کو جریل امین نے تیرے دل پر“ سے اللہ تعالیٰ کے لئے صفت علو ثابت کرنا عجیب و غریب بات ہے جو کہ بالکل واضح ہے کیونکہ نزول اور تنزیل علو کا پتہ دیتے ہیں۔ یہاں نزول سے مراد آسمان کی طرف سے اترنا ہے۔ اس بنا پر کہ کلام، نبی کریم ﷺ کے دل سے کسی بلند جگہ پر ہے۔ اس مقام پر کوئی جھگڑا نہیں ہے اور اس سے مالک الملک کا بلند مقام پر ہونا لازم نہیں آتا۔ اس کا (شارح کا) اور سلف کا ان آیات اور احادیث سے جو کہ فوقیت کی صفت اور صف علو پر دلالت کرنے والی ہیں، خدا تعالیٰ کیلئے صفت علو ثابت کرنا مسلم ہے، لیکن وہ مؤول ہے (یعنی تاویل کیا گیا ہے) کہ اس سے مکان کی بلندی مراد نہیں بلکہ اس سے مرتبہ اور شان کی بلندی مراد ہے۔ ابن ہمام کی کتاب مسائرہ مع شرحہ مسامرہ کے صفحہ ۳۰ تا ۳۴ پر اسی طرح کا ذکر ہوا ہے۔“

اور موجودہ احناف کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کی ملفوظات معروف بہ ”شائم امدادیہ“ سے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ صفحہ ۳۸ پر ہے:-  
 ”بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ۔“  
 ”بندہ اپنے وجود ظاہری سے پہلے خود ہی باطنی طور پر خدا تھا۔ اب بندہ ہی خدائے ظاہر ہے۔“

دلیل میں پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”میں پوشیدہ خزانہ تھا..... الخ  
 کنت کنزا مخفیا الخ

اور صفحہ ۵۹ پر ہے کہ فرمایا کہ:-

انی انا ربک فاخلع نعلیک ”بے شک میں تیرا رب ہوں، پس اپنے جوتے اتار دو“۔

”جو طور پر آواز آئی تھی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باطن سے آئی تھی، سب انسانوں میں موجود ہے“۔ اور صفحہ ۱۷ پر فرمایا کہ ”چونکہ آنحضرت ﷺ واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں“۔ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قل یا عبادى الذین اسرفوا علی انفسهم ..... الایۃ

”فرمادیتے! اے میرے وہ بند و جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے“  
مرجع ضمیر متکلم آنحضرت ﷺ ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے فرمایا کہ قرینہ بھی انہی کا معنی کا ہے۔ آگے فرمایا ہے:-

”لا تقنطوا من رحمۃ اللہ تم اللہ کی رحمت سے مت ناامید ہو جاؤ“۔

اگر مرجع اس کا اللہ تعالیٰ ہوتا۔ فرماتا من رحمتی تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی اور صفحہ ۷۰ پر ہے:-

”فرمایا کہ عورت مظہر مرد کی ہے اور مرد مظہر حق کا ہے۔ عورت آمینہ حق تعالیٰ ہے اور اس میں جمال ایزدی ظاہر و نمایاں ہے“۔ اور صفحہ ۱۰۰ پر ہے ”میں (راوی) نے عرض کیا کہ آپ کی خادمہ پیرانی صاحبہ سے نقل کرتی ہیں کہ ایک بار میرے بھتیجے حج کو آئے تھے۔ آگبوٹ تباہی میں آگیا۔ حالت مایوسی میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک طرف حاجی صاحب اور دوسری طرف حافظ جیو صاحب آگبوٹ کو شانہ دیتے ہوئے تباہی سے نکال رہے ہیں۔ صبح کو معلوم ہوا کہ آگبوٹ دودن کا راستہ طے کر کے صحیح و سالم کنارے پر لگ گیا۔ فرمایا کہ مجھ کو کیا معلوم؟ فاعل حقیقی خداوند کریم ہے۔ کیا عجب کہ صحیح ہو۔ دوسروں کے لباس میں آکر خود

مشکل آسان کر دیتا ہے اور نام ہمارا تمہارا ہوتا ہے۔“ اور حاجی امداد اللہ ضیاء القلوب صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں کہ مراقبہ وحدت ہمہ اوست اور ”ہو الاول ہو الآخر“ (اس کا وجود ہر جگہ جلوہ فرما ہے اور ابتداء انتہا میں وہی ہے)۔ زبان سے کہے اور تصور کرے کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اور اسی خیال میں مستغرق ہو جائے اور پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ: دیگر مراقبات بہت ہیں جیسے:-

(اینما تولوا فثم وجہ اللہ) اور (کان اللہ علیکم رقیباً) اور (وہو

بکل شیء محیط) اور (فی انفسکم افلا تبصرون)

”جدر منہ پھیر وادھر ہی خدا ہے۔ خدا تمہاری حالتوں کا معائنہ فرماتا ہے۔ خدا ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ خدا تم میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو؟“۔

ثانیاً: حنفیہ مابین الدخنین (جو چیز دو گتوں یا تختیوں کے درمیان ہے) قرآن کو کلام اللہ (اللہ کا کلام) نہیں مانتے۔ شرح عقائد النسفی حنفی مذہب کی مشہور کتاب ہے اور مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے صفحات ۴۱ سے ۴۴ تک دیکھنا چاہیئے۔ چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:-

فتحن لا نقول بقدم الالفاظ و الحروف و ہم لا يقولون  
بحدوث الکلام بل هو معنی قدیم قائم بذات اللہ تعالیٰ یلفظ  
و یسمع بالنظم الدال علیہ و یحفظ بالنظم المخیل و یکتب  
نقوش و اشکال موضوعۃ للحروف الدالۃ علیہ ..... فمعنی  
قوله تعالیٰ ”حتی یسمع کلام اللہ“ یسمع ما یدلک علیہ کما  
یقال سمعت علم فلان فموسیٰ علیہ السلام سمع صوتا دالا  
علی اللہ تعالیٰ لکن لما کان بلا واسطۃ الكتاب والملك خص  
باسم الکلیم ..... التحقیق ان کلام اللہ تعالیٰ اسم مشترک بین

الكلام النفسی القديم و معنى الاضافة كون صفة له تعالى و  
بين اللفظی الحادث المؤلف من السور والایات ومعنى  
الاضافة انه مخلوق الله تعالى ليس من تالیفات المخلوقین.

”ہم قرآن مجید کے الفاظ اور حروف کو قدیم نہیں مانتے اور وہ کلام کے حادث ہونے کے قائل نہیں ہیں..... بلکہ قرآن کا معنی قدیم ہے جو اللہ تعالیٰ ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نظم کے ساتھ تلفظ کرتا ہے جو کہ اس قدیم معنی پر دلالت کرنے والا ہے اسی نظم کو اللہ تعالیٰ سناتا ہے اسی خیالی تصور اتنی نظم کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس کے نقوش اور ان شکلوں کو لکھا جاتا ہے جو کہ ان حروف کے لئے وضع کی گئی ہیں۔ جو حروف معنی پر دلالت کرتے ہیں..... پس اللہ تعالیٰ کے قول ”حتی یسمع کلام اللہ“ کا معنی ہے کہ یہاں تک کہ وہ الفاظ وغیرہ سنے جو اللہ تعالیٰ کے کلام پر دلالت کرتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کا علم سنا..... لہذا موسیٰ علیہ السلام نے آواز سنی جو کہ اللہ تعالیٰ پر دلالت کرنے والی تھی۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام کا سننا بغیر کتاب اور بغیر فرشتہ کے واسطے سے تھا۔ اسی لئے کلیم اللہ کا خاص لقب پایا..... تحقیق یہ ہے کہ کلام اللہ پر اطلاق بالاشترک کلام نفسی پر بھی ہوتا ہے۔ اس وقت کلام کی اضافت اللہ کی طرف اس معنی میں ہے کہ کلام اللہ اللہ کی صفت ہے۔ اور کلام اللہ کا اطلاق کلام لفظی پر بھی ہوتا ہے جو کہ حادث ہے۔ اور سورتوں اور آیات سے مل کر بنتا ہے اس وقت کلام کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف اس معنی میں ہے کہ کلام اللہ، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اور مخلوقات کی تالیفات میں سے نہیں ہے۔“

یہ عقیدہ بھی سلف امت کے بالکل خلاف ہے۔

قال ابوبکر المحلل انبانی حرب الکرمانی ثنا اسحاق بن

راہویہ عن سفیان عن عمرو بن دینار قال ادرکت الناس منذ سبعین سنة اصحاب رسول الله ﷺ فمن دونهم يقولون الله خالق وما سواه مخلوق الا القرآن فإنه كلام الله منه خرج واليه يعود وقد تواتر هذا عن ابن عیینة . كتاب العلو للذهبی (ص ۱۳۰ الہندی) .

”عمرو بن دینار نے فرمایا کہ میں ستر سال سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگوں سے سنتا آیا ہوں کہ وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے، اس کے علاوہ قرآن کو چھوڑ کر باقی تمام کائنات مخلوق ہے کیونکہ قرآن مقدس اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس سے نکلا اور اسی کی طرف لوٹے گا۔ یہ بات ابن عیینہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے۔“

اور اس طریقہ کی بنا پر علمائے حنفیہ کے نزدیک غیر عربی زبان میں نماز پڑھنی درست ہے۔ اور اصل الفاظ قرآنیہ کی بجائے ان کا ترجمہ پڑھا جائے تو کافی ہے۔ کیونکہ بقول اس کے، کلام اللہ تو صرف لوح محفوظ میں وہ تو اس کا مفہوم ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور درسی کتاب ہدایہ صفۃ الصلوٰۃ میں ہے۔

ولابی حنیفة قوله تعالى 'وانه لفی زیر الاولین' ولم یکن فیہا بہذہ اللغة ولہذا یجوز عند العجز الا أنه یصیر مسیئا لمخالفة السنة المتوارثة ویجوز بای لسان کان سوی الفارسیة هو الصحیح لما تلونا والمعنی لا یختلف باختلاف اللغات والنحلات فی الاعتداد ولا خلاف فی انه لا فساد .

”امام ابو حنیفہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے قول (انہ لفی زیر الاولین) (تحقیق وہ یعنی قرآن پہلے صحیفوں میں ہے) کا معنی یہ ہے کہ قرآن ان صحیفوں میں اس لغت

کے ساتھ نہیں تھا۔ اسی وجہ سے عذر کی بنا پر غیر عربی میں قرآن پڑھنا جائز ہے، اگرچہ سنت متواترہ کی بنا پر مکروہ ہے۔ اور فارسی کے علاوہ باقی ہر زبان میں قرآن پڑھنا جائز اور صحیح ہے۔ جیسا کہ ہم نے وضاحت کی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ لغات کے اختلاف سے معنی میں تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ غیر عربی میں قرآن کی تلاوت کے معتبر ہونے میں صرف اختلاف ہے۔ غیر عربی میں کتاب (قرآن) کو پڑھنے سے معنی فاسد نہیں ہوتا، اس میں اختلاف نہیں ہے۔

اور کفایہ شرح الہدایہ علی هامش فتح القدیر ص ۲۰۰ ج ۱ میں ہے:-  
وصفه بكونه في زبر الاولين ولم يكن القرآن بنظم فيها لا معالته فعين  
ان يكون بمعناه فيها المقرر بالفارسية على سبيل الترجمة مشتمل  
على معناه فيكون جائزا الحاقابه.

”قرآن مقدس کے پہلے صحیفوں میں ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنے نظم کے ساتھ ان صحیفوں میں تھا۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید ان صحیفوں میں اپنے معنی کے ساتھ تھا۔ اسی طرح قرآن کے معنی پر مشتمل فارسی قرأت بھی جائز ہوئی۔“

حالانکہ قرآن وحدیث میں اسی قرآن کو کلام اللہ کہا گیا ہے اور اجماع سلف صالحین سے بھی یہی ثابت ہے۔

ثالثاً:- حنفیہ توسل کے قائل ہیں اور دراصل مشرکین کا یہی عقیدہ تھا۔ علامہ خلیل احمد سہارنپوری کتاب مذکورہ میں ص ۷ میں لکھتے ہیں کہ ”ہماری نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و اولیاء شہداء و صدیقین کا توسل لینا جائز ہے۔ ان کی حیات میں یا بعد وفات میں۔ بایں طور پر کہے کہ یا اللہ بوسیلة فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں۔ اور بعد میں لکھتے ہیں کہ ہمارے اکابر مرشد العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی شیخ المشائخ

قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی اور حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہ نے اپنے بزرگان کے شجرے تصنیف فرمائے ہیں جو ان کے متوسلین میں شائع اور معمول بہا ہیں۔ علامہ تھانوی کے مؤلفہ ”قربات عند اللہ“ اور ”مناجات مقبول“ اس پر شاہد عدل ہیں کہ ان کے ہاں بتوسل اولیاء کرام حضرت حق تعالیٰ سے دعا کرنا جائز اور معمول بہا ہے۔ مناجات مقبول کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

صدقہ اپنے عزت و جلال کا

صدقہ پیغمبر کا ان کے آل کا

اپنے پیغمبر کا صدقہ اے خدا

نام جن کا ہے محمد مصطفیٰ ﷺ

حضرت موسیٰ کا صدقہ اے کریم

جو ہیں پیغمبر تیرے اور ہیں تیرے کلیم

اور یہی حاجی امداد اللہ صاحب جن کو مرشد العرب والجم کہا گیا۔ ان کی ملفوظات ”شائم امدادیہ“ ص ۸۴ میں اشعار ہیں، جن میں وہ اپنے مرشد شاہ نور محمد کو یوں خطاب کرتے ہیں کہ۔

آسر ادنیٰ میں ہے از بس تمہاری ذات کا

تم سوا اوروں سے ہر گز کچھ نہیں ہے التجا

بلکہ دن محشر کا ہوگا جس وقت قاضی خدا

آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

اس قسم کا عقیدہ صریحاً شرکیہ ہے۔ العیاذ باللہ

رابعاً: قرآنی عقیدہ کے مطابق ہمیشہ زندہ رہنے والی ایک اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔

اللہ لا الہ الا هو الحي القيوم (البقرة ع ۳۴ پ ۳)

هو الحي لا الہ الا هو فادعوه مخلصين له الدين الحمد لله

رب العالمين (المومن ع ۷ پ ۲۴)

”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہمیشہ زندہ اور قائم و دائم ہے۔“  
”وہ ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس خالص اسی کو پکارو تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔“

اور اس صفت میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اور حنفی مذہب کے بموجب رسول اللہ ﷺ کو بھی اس دنیا والی حیات ہی قبر میں حاصل ہے۔ اور علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح علیٰ نور الايضاح ص ۷۴۷ مع حاشیہ طحاوی میں لکھتے ہیں کہ:-

ومما هو المقرر عند المحققين انه ﷺ حي يرزق متمتع

بجميع الملاذ والعبادات غير انه حجب عن ابصار القاصرين

عن شريف المقامات. اه.

”علمائے محققین کے نزدیک یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں تمام لذتوں اور عبادات سے (بہرہ مند ہوتے ہیں) فائدہ دیے جاتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کی نگاہوں سے اوچھل ہیں جو کہ اعلیٰ مقامات سے قاصر ہیں۔“

اور عقائد دیوبند صفحہ ۷ میں ہے کہ ”ہمارے نزدیک ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیاتی دنیا کی حیاتی



ہے۔ مکلف ہونے کے، اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور شہداء کے ساتھ۔ یہ حیات برزخی نہیں ہے، جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب آدمیوں کو۔ اہ۔ یہ عقیدہ صریحاً قرآن مجید کے خلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:-

”انک میت وانہم میتون (الزمر رکوع ۳ پ ۲۳)۔“

”تحقیق آپ بھی مرنے والے ہیں اور تحقیق وہ بھی مرنے والے ہیں۔“

نیز علامہ قاسم نانوتوی نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کی بابت ایک مستقل کتاب بنام ”آب حیات“ لکھی ہے جس کے صفحہ ۲ میں رقمطراز ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلاکشیوں کے عزت گزین (تہائی میں)۔“

خامساً: ایمان کے متعلق سلف اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ:-

قول وعمل و یزید وینقص قال فی فتح الباری (ص ۵۲ / ۴۷

ط الریاض ج ۱)۔“

”وقد نقل محمد بن نصر المروزی فی کتاب تعظیم قدر الصلوۃ عن جماعة من الائمة نحو ذلك وما نقل عن السلف صرح به عبد الرزاق فی مصنفه عن سفیان الثوری ومالك ابن انس والاوزاعی وابن جریج ومعرم وغیرہم وهؤلاء فقهاء الامصار فی عصرہم وكذا نقله ابو القاسم اللکائی فی (کتاب السنة) عن الشافعی واحمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ وابی عبید وغیرہم من الائمة وروی بسندہ الصحیح عن البخاری قال لقیئت اکثر من الف رجل من العلماء بالامصار فما رأیت احداً منهم یختلف فی ان الایمان قول و

عمل ویزید وینقص واطنب ابن ابی حاتم واللکائی فی نقل  
ذالك بالاسانید عن جمع كثير من اصحابه والتابعين وكل  
من يدور عليه الاجماع من الصحابة والتابعين وحكاہ فضیل  
ابن عیاض ووکیع عن اهل السنة الجماعة اه۔

”یعنی ایمان قول اور عمل کا مجموعہ ہے اور زیادہ کم ہوتا ہے۔“

محمد بن نصر مروزی نے کتاب ”تعظیم قدر الصلوٰۃ“ میں نقل کیا ہے کہ آئمہ کی ایک  
جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور زیادہ اور کم ہوتا ہے۔  
علامہ عبد الرزاق نے اپنی ”مصنف“ میں سلف سے اس بات کی تصریح کی ہے۔  
مثلاً سفیان ثوری مالک بن انس اور اوزاعی ابن جریج اور معمر وغیرہ جو کہ اپنے  
شہروں اور اپنے زمانہ کے مشہور فقہاء ہیں۔ ابو القاسم اللکائی نے کتاب السنۃ میں  
امام شافعی احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ابی عبید وغیرہ اماموں سے اسی طرح  
نقل کیا ہے صحیح سند کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ  
فرماتے ہیں! میں نے مختلف شہروں میں ایک ہزار سے زائد علماء کو پایادہ سبھی اس  
بات کے قائل تھے کہ ایمان قول ہے اور عمل ہے بڑھتا اور گھٹتا ہے۔ ابن ابی حاتم  
اور اللکائی نے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے اسانید کے ساتھ اس کو  
تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ یہی بات ایسے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے  
منقول ہے جن کی بات اجماع کا فائدہ دیتی ہے۔ ایمان کی یہی مذکورہ بالا تعریف  
فضیل بن عیاض اور وکیع نے اہل سنت سے نقل کی ہے۔“

نیز بے شمار آیات قرآنیہ اسی پر دلالت کرتی ہیں۔

الف: واذا تلیت علیہم آیاتہ زادتهم ایمانا (الانفال پ ۹ ع ۱)

ب: ویزداد الذین آمنوا ایمانا (المائدہ پ ۲۹ ع ۱) وغیرہا

من الآيات“.

”اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمانوں میں زیادتی ہوتی ہے تاکہ ایمان داروں کے ایمان کو اور زیادہ کرے۔“

ان کے علاوہ اور آیات بھی ہیں۔ اسی مضمون کی بابت کئی حدیثیں بھی وارد ہیں۔ بالخصوص امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان کے عنوان کے تحت کئی ایسے ابواب اور تراجم جمع کئے ہیں، جن سے سلف کا مسلک واضح اور مبہن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح امام ابن ابی شیبہ اور امام ابو عبیدہ القاسم بن سلام کی ”کتاب الایمان“ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ نیز امام ابن خزیمہ کتاب التوحید صغیر صفحہ ۹ پر فرماتے ہیں کہ:-

”ولقد ادرکت رجالا من العلماء و الفقهاء بالعراق و سائر

البلدان فساء لتهم عن الایمان فقالو بأجمعهم الایمان قول

و عمل و نية و یزید و ینقص“.

”اللہ کی قسم میں نے عراق اور دیگر شہروں میں بے شمار علماء اور فقہاء سے ایمان کے بارے میں پوچھا تو ان سب نے کہا کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔“

لیکن علماء خفیہ کا ان کے خلاف عقیدہ ہے۔ وہ ایمان کو صرف دو چیزوں کا مجموعہ بتلاتے ہیں:-

”الاقرار باللسان و التصديق بالقلب“.

”زبان سے اقرار کر لینا اور صدق دل سے مان لینا“۔

اعمال کو ایمان میں داخل نہیں کرتے اور نہ ان کو ایمان کا جز تسلیم کرتے ہیں۔ امام طحاوی کے کتاب العقیدہ صفحہ ۷۱ میں ہے کہ:-

”الایمان هو الاقرار باللسان و التصديق بالجنان . اهـ“

”ایمان دو چیزوں کا مجموعہ ہے زبان سے اقرار کر لینا اور دل سے تصدیق کرنا۔“

اور علامہ ابو المنتہی المغنسیاوی الحنفی شرح الفقہ الاکبر صفحہ ۳۱ میں فرماتے ہیں:-

” ان العمل الصالح ليس جزءاً من الايمان لان العمل يزيد وينقص اه“.

”عمل صالح ایمان ایمان کا جز نہیں ہے کیونکہ عمل میں کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے۔“

اور شرح عقائد نسفیہ صفحہ ۸۸ میں ہے:-

فهنا مقامان: الأول ان الاعمال غيره داخله في الايمان لما مر من ان حقيقة الايمان هو التصديق لانه قد ورد في الكتاب والسنة عطف الاعمال على الايمان كقوله تعالى: ان الذين امنوا وعملوا الصالحات : مع القطع بان العطف يقتضى كمعايرة. المقام الثاني ان حقيقة الايمان لا تزيد ولا تنقص لما مر من انها التصديق القلبي الذي بلغ حد الجزم والاذعان وهذا لا يتصور فيه زيادة ولا نقصان حتى ان من حصل له حقيقة التصديق فسواء اتى بالطاعات او ارتكب المعاصي فتصديقه باق على حاله لا تغير فيه اصلا : اه. مختصر وهكذا في عامة كتبهم“.

”پس اس جگہ دو مقام ہیں پہلا یہ ہے کہ تحقیق اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ جیسا کہ اس سے قبل مذکور ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے کیونکہ کتاب و سنت میں اعمال کا عطف ایمان پر کیا گیا ہے۔ جیسے فرمان خداوندی ہے ( ان

الذین آمنوا وعملوا الصالحات) (اور بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے) حالانکہ یقیناً معطوف معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے۔ لہذا اعمال ایمان سے خارج ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی۔ جیسے کہ بیان ہوا کہ ایمان کی حقیقت یقین کی حد تک پہنچنے والی تصدیق ہے اور اس میں زیادتی اور کمی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ حتیٰ کہ جو شخص حقیقی تصدیق یقین رکھنے والا ہے وہ اچھے اعمال کرے یا برے اعمال کا مرتکب ہو اس کی تصدیق (ایمان و ایقان) میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دونوں حالتوں میں تصدیق ایک ہی حالت پر باقی رہتی ہے۔“ ان کی اکثر کتابوں میں یہی عقیدہ مذکور ہے۔

اور بنا بریں نماز ان کے نزدیک ایمان نہیں حالانکہ کتاب و سنت میں اس کو ایمان کہا گیا ہے۔

”فی الصحیح البخاری کتاب الایمان، با الصلوٰۃ من الایمان و قول اللہ تعالیٰ ”وما کان اللہ لیضیع ایمانکم“ یعنی صلوٰۃ تم عند البیت وفي فتح الباری (ص ۳۳ ج ۱) وقع التنصيص على هذا التفسير من الوجه الذي اخرج منه المصنف حديث الباب فروى الطيالسي والنسائي من طريق شريك وغيره عن ابي اسحق عن البراء في الحديث المذكور فانزل الله (وما كان الله ليضيع ایمانکم) صلاتکم الى بیت المقدس“۔

”صحیح بخاری کتاب الایمان میں ہے۔ باب اس مسئلہ پر کہ نماز ایمان میں داخل ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ”اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا“۔ مراد یہ ہے کہ تمہاری بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نمازوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۳۳ میں اس تفسیر پر اس طریق یا سند

سے صراحت ذکر کی گئی جس طریق سند سے مصنف (امام بخاری) نے باب کی حدیث روایت کی ہے۔ امام طحاوی اور امام نسائی نے مذکور حدیث میں شریک اور شریک کے علاوہ اوروں سے ابو اسحاق سے براء سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان یعنی تمہاری بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نمازیں ضائع کرنے والا نہیں۔“

اور اسی لئے حنفی مذہب کے رکن رکن امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام محمد بن الحسن الشیبانی کی اسلامی عدالت میں گواہی قبول نہیں کی گئی۔

”ونقل ابن عدی عن اسحق بن راہویہ سمعت آدم یقول کان شریک لا یجوز شہادۃ المرجئة فشهد عنده محمد بن الحسن فرد شہادته فقیل له فی ذالک فقال انا لا اجیز من یقول الصلوۃ لیس من الایمان (لسان المیزان ص ۱۲۱، ۱۲۲ ج ۵)۔“

”ابن عدی نے اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن آدم سے سنا کہ شریک مرجیہ کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے اس کے نزدیک محمد بن حسن نے گواہی دی۔ اس نے اس کی گواہی کو ٹھکرا دیا چنانچہ اس کے بارے میں جب ان سے پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ اس شخص کی گواہی قبول نہیں کرتا جو شخص نماز کو ایمان میں سے نہیں مانتا۔“

اور امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل اپنی کتاب السنۃ صفحہ ۸۳ پر فرماتے ہیں:-

”حدثنی یعقوب بن ابراہیم الدورقی حدثنا عبد الرحمن بن

مہدی قال بلغنی ان شعبۃ قال لشریک کیف لا تجیز شہادۃ

المرجیۃ قال کیف اجیز شہادۃ قوم یزعمون ان الصلوۃ

لیست من الایمان. اه.۔“

”عبداللہ بن مہدی فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ شعبہ نے شریک سے دریافت کیا تم مرجیہ کی شہادت کیوں قبول نہیں کرتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں ایسے لوگوں کی گواہی کیسے قبول کروں جو نماز کو ایمان کا حصہ ہی نہیں مانتے۔“ اور اسی طرح کا معاملہ امام صاحب کے دوسرے شاگرد قاضی ابو یوسف کو بھی درپیش آیا۔ امام محمد بن خلف الوکیع کتاب اخبار القضاۃ صفحہ ۲۶۱ ج ۳ میں فرماتے ہیں:-

”اخبرني جعفر بن محمد قال سمعت اسحاق بن راهويه يقول سمعت يحيى بن آدم يقول رد شريك شهادة ابى يوسف فقیل له اترد شهادة ابى يوسف فقیل له اترد شهادته فقال الا ارد شهادته وهو يقول ان الصلوة ليس من الايمان  
۵۱.

”جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن راہویہ سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ میں نے یحییٰ بن آدم سے سنا کہ شریک نے ابو یوسف کی گواہی کو رد کر دیا۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ میں اس کی شہادت کیوں نہ رد کروں؟ حالانکہ وہ اس عقیدہ کا مالک ہے کہ نماز ایمان کا جز نہیں ہے۔“ اور امام حافظ ابو سعد النجلی تاریخ و معرفۃ الثقات (قلمی) مطبوع ص ۴۸۱ کے باب الکوفین میں فرماتے ہیں:-

”جاء حماد بن ابی حنیفة الى شريك يشهد عند ه بشهادة فقال له شريك: الصلوة من الايمان؟ فقال حماد لم يجر هذا فقال شريك لكننا نبدا بهذا فقال نعم هي من الايمان قال فتشهد الان ۵۱.“

”حماد بن ابی حنیفہ شریک کے روبرو گواہی دینے کے لئے آئے۔ شریک اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا نماز ایمان میں داخل ہے؟ حماد کہنے لگے ہمارا آنا بحث کیلئے نہیں ہے۔ شریک فرمانے لگے۔ ہمیں تو اس کا جواب پہلے چاہیے۔ حماد نے جواب دیا کہ ہاں نماز ایمان میں سے ہے۔ شریک نے فرمایا کہ تو اب گواہی دے سکتا ہے۔“

اور اسی عقیدہ کی بنا پر وہ ترک الصلوٰۃ کو کفر نہیں کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ سلف صالحین اور صحابہ و تابعین کے عقیدے کے خلاف ہے۔

واخرج الترمذی عن عبد الله بن شقيق قال كان اصحاب

رسول الله ﷺ لا يرون شيئا من الاعمال تركه كفرا غير

الصلوة . كذا في المشكوة ص ۵۹ .

”امام ترمذی روایت لائے ہیں کہ عبد اللہ بن شقیق نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف تارک صلوٰۃ کو کافر گردانتے تھے، جیسا کہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۹ پر ہے۔“

اور امام ابن حزم فرماتے ہیں:-

”وقد جاء عن عمر و عبد الرحمن بن عوف و معاذ بن جبل

و ابی هريرة و غيرهم من الصحابة رضی الله عنهم ان من ترك

الصلوة فرضاً واحدا متعمدا حتى يخرج وقتها فهو كافر

مرتد ولا نعلم لهؤلاء مخالفة . اهـ . كذا في الترغيب والترهيب

للمنذرى ص ۳۷۳ ج ۱“

”سیدنا عمرؓ عبد الرحمن بن عوفؓ معاذ بن جبلؓ اور ابو ہریرہؓ اور دیگر صحابہ سے منقول ہے کہ جس نے جان بوجھ کر صرف ایک نماز فرض چھوڑ دی یہاں تک کہ اس نماز کا وقت نکل گیا تو وہ کافر اور مرتد ہو گیا اس بات میں ان کی کسی نے



مخالفت نہیں کی۔ جیسے کہ ترغیب التریب للمذری جلد نمبر ۱ ص ۳۷۳ میں ہے۔

اور حافظ عبدالحق اشعری کتاب الصلوٰۃ میں فرماتے ہیں:-

”ذهب جملة من الصحابة رضى الله عنهم ومن بعدهم الى تكفير تارك الصلوة متعمداً تركها حتى يخرج جميع وقتها منهم عمر بن الخطاب ومعاذ بن جبل وعبد الله بن مسعود وابن عباس وجابر وابو الدرداء وكذلك روى عن علي بن ابي طالب كرم الله وجهه. هؤلاء من الصحابة ومن غيرهم احمد بن حنبل واسحق بن راهويه وعبد الله بن المبارك وابراهيم النخعي والبخاري بن عتيبة وايوب السخيتاني و ابو بكر بن ابي شيبة وابو خيثمة زهير بن حرب. اه. كذا في كتاب الصلوة لابن القيم ص ۴۱“

”تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد میں آنے والے علماء حقہ قصد نماز چھوڑنے والے کو کافر سمجھتے تھے۔ انہی میں حضرت عمر بن خطابؓ، معاذ بن جبلؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت ابو درداءؓ ہیں۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ صحابہ کرام کے علاوہ دیگر ائمہ کرام جیسے احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، عبد اللہ بن مبارکؒ، ابراہیم نخعیؒ، حکم بن عتیبةؒ، ایوب سختیانیؒ، ابو داؤد طیالسیؒ، ابو بکر بن ابی شیبہؒ اور ابو خثیمہ زہیر بن حرب سب اسی کے قائل ہیں۔ ابن قیم کی کتاب الصلوٰۃ میں صفحہ ۴۱ پر اسی طرح مذکور ہے:-

اور پھر صفحہ ۵۳ میں فرماتے ہیں:-

(فصل) فی سیاق اقوال العلماء من التابعین ومن بعدهم فی کفر تارک اللصلوة ومن حکى الاجماع على ذالك وقال محمد بن نصر حدثنا محمد بن یحییٰ حدثنا ابو النعمان حدثنا حماد بن زید عن ایوب قال ترک الصلوة کفر لا یختلف فیہ وحکی محمد عن ابن مبارک قال من اخر صلوة حتی یفوت وقتها متعمداً من غیر عذر فقد کفر وقال علی بن الحسین بن شقیق سمعت عبد الله بن المبارک یقول من قال انی لا اصلی الکموتبة الیوم فهو اکفر من حمار وقال یحییٰ بن معین قیل لعبد الله ابن المبارک ان هؤلاء یقولون من لم یصم ولم یصل بعد ان یقر به فهو مؤمن مستكمل الایمان فقال عبد الله لا نقول نحن ما یقول هؤلاء من ترک الصلوة متعمداً من غیر علة حتی أدخل وقتاً فی وقت فهو کافر.

” (فصل) تابعین اور بعد کے علماء کے تارک نماز کے بارے میں اقوال اور اس شخص کا بیان جس نے تارک نماز کے کافر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا محمد بن یحییٰ نے اس نے کہا ہم کو بیان کی ابو نعمان نے اس نے کہا ہمیں حدیث سنائی حماد بن زید نے کہ ایوب فرماتے ہیں کہ نماز کا چھوڑنا کفر ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور محمد بیان کرتے ہیں عبد الله بن مبارک نے کہا کہ جس نے قصد نماز ترک کر دی یہاں تک کہ اس کا وقت گزر گیا، تو وہ بلا عذر ایسا کرنے سے کافر ہو گیا۔ علی ابن الحسین بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے عبد الله بن مبارک کو کہتے سنا کہ جس نے کہا کہ میں ”آج فرض نماز نہیں پڑھوں گا“ تو وہ گدھے سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں

کہ عبد اللہ بن مبارک کو بتایا گیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز اور روزے کا اقرار تو کرے لیکن ان کو ادا نہ کرے تو وہ کامل ایمان والا مومن ہے عبد اللہ بن مبارک فرمانے لگے ہمارا یہ مذہب نہیں ہے۔ جو شخص بلا سبب نماز نہ پڑھے اور وقت نکل جائے اور اگلی نماز کا وقت شروع ہو جائے تو وہ ہمارے نزدیک کافر ہے۔

وقال ابن ابی شیبۃ قال النبی ﷺ من ترك الصلوة فقد كفر، فيقال له: ارجع عن الكفر فان فعل وإلا قتل بعد ان يؤجله الوالى ثلاثة ايام وقال احمد بن يسار سمعت صدقة بن الفضل سئل عن تارك الصلوة فقال: كافر، فقال له السائل أتبين منه امرأته؟ فقال صدقة وابن الكفر من الطلاق، لو ان رجلا كفر لم تطلق منه امرأته؟ قال محمد بن نصر او سمعت اسحاق يقول صح عن النبی ﷺ ان تارك الصلوة كافر، وكذلك كان رأى اهل العلم من لدن النبی ﷺ الى يومنا هذا ان تارك الصلوة عمداً من غير عذر حتى يذهب وقتها كافر. اهـ

”اور ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ فرمان نبوی ﷺ ہے نماز کو قصد ترک کرنے والا کافر ہے۔ اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ کفر سے باز آجائے اگر توبہ کرے تو بہتر ہے ورنہ حاکم وقت تین دن کی مہلت کے بعد اس کا سر قلم کر دے۔ احمد بن یسار فرماتے ہیں کہ صدقہ بن فضل سے تارک صلوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ کافر ہے سائل پوچھنے لگا کیا اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے؟ صدقہ نے جواب دیا کہ کفر کی طلاق سے کیا نسبت کیا اگر آدمی کافر ہو جائے تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہو؟ یعنی لازماً طلاق ہو جائے گی۔ محمد بن نصر

فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق کو کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ سے (بطریق) صحیح مروی ہے کہ نماز کا تارک کافر ہے۔ زمانہ نبوی ﷺ سے لے کر آج تک علماء کا یہی مذہب رہا ہے۔ بلا عذر نماز کو قصد ترک کرنے والا یہاں تک کہ اس نماز کا وقت فوت ہو جائے، کافر ہے۔“

ان عبارات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام اور آئمہ حدیث رحمہم اللہ، ترک الصلوٰۃ کو کفر کہنے پر متفق تھے۔ مزید تفصیل کیلئے کتاب الشریعۃ اللآجرى اور کتاب السنۃ لعبد اللہ بن احمد بن حنبل اور کتاب السنۃ للاکائى وغیرہ دیکھنی چاہئیں۔ برخلاف اس کے حنفیہ نماز کو ایمان نہیں کہتے نہ اس کو ایمان کا جز سمجھتے ہیں تو ایسی صورت میں ان کی اقتداء میں نماز کیسے درست ہو سکتی ہے؟ نیز جب وہ نماز کو ایمان نہیں جانتے تو معلوم نہیں کیا پڑھ رہے ہیں اور اسی عقیدہ کی بنا پر حنفیہ کو فرقہ مرجیہ میں شمار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے۔ اور حنفیہ کے مایہ ناز عالم عبدالحی لکھنوی نے بھی کتاب الرفع والتکمیل میں تسلیم کیا ہے نیز امام ابو داؤد سجستانی کتاب مسائل الامام احمد بن حنبل صفحہ ۴۳ میں فرماتے ہیں کہ:-

قلت لا احمد اصلى خلف المرجية قال اذا كان داعيا لا يصلى  
خلفه آه.

”میں نے احمد بن حنبل سے کہا کہ میں مرجیہ کے پیچھے نماز پڑھ لیا کروں؟ یا پڑھ لیتا ہوں۔ وہ فرمانے لگے جب مرجیہ فرقہ سے تعلق رکھنے والا اپنے باطل مذہب کی دوسروں کو دعوت اور ترغیب دینے والا ہو اس وقت اس کے پیچھے نماز مت پڑھو۔“

نیز اس کی بابت کتاب السنۃ لعبد اللہ بن احمد بن حنبل اور التاریخ الکبیر للامام البخاری اور مسائل الامام محمد بن عثمان ابی شیبہ (قلمی) وغیرہ کتابیں مطالعہ کرنی

چائیں۔ پس اس عقیدہ کے علاوہ مذکورہ بالا عقائد بھی ان کی اقتداء سے مانع ہیں۔ اور ان کے پیچھے نماز کو درست قرار دیتے ہیں۔ ان کی مشہور دود لیلیں ہیں۔

اول: یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ صلوا خلف کل برو فاجر (ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو) حالانکہ یہ روایت غیر صحیح اور قطعاً ثابت نہیں ہے۔

”فقد اخرجہ ابو دائود والدارقطنی واللفظ له والبیہقی من حدیث مکحول عن ابی ہریرۃ وزاد ”وجاہدو مع کل برو فاجر“ وهو منقطع وله طریق اخری عند ابن حبان فی الضعفاء من حدیث عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ ابن عروۃ عن ہشام عن ابی صالح عنہ ، وعبد اللہ متروک ودواہ الدارقطنی من حدیث الحارث عن علی ومن حدیث علقمة و الاسود عن عبد اللہ ومن حدیث مکحول ایضاً عن واثلہ، ومن حدیث ابی الدرداء من طرق کلہا واهیۃ جداً قال العقیلی لیس فی هذا المتن اسناد یثبت، وللبیہقی فی هذا الباب احادیث کلہا ضعیفۃ غایۃ الضعف وأصح ما فیہ حدیث مکحول عن ابی ہریرۃ علی ارسالہ وقال ابو احمد الحاکم هذا حدیث منکر . آہ. کذا فی التلخیص الجیر لابن حجر ص ۱۲۵ ج ۱ طبع

مصر و پاکستان“

”اس حدیث کو ابو دائود اور الدارقطنی نے روایت کیا ہے لفظ دارقطنی کے ہیں اور بیہقی میں مکحول کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے اور اس میں یہ لفظ زائد ہیں۔ ”وجاہدو مع کل برو فاجر“ (جہاد کرو نیک اور بد کی قیادت میں) یہ روایت منقطع ہے، ابن حبان کے نزدیک الضعفاء میں اس حدیث کی ایک دوسری

سند ہے جو کہ یہ ہے۔ عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن عروہ ہشام سے روایت کرتے ہیں ابی صالح سے اور عبد اللہ متروک راوی ہے۔ الدار قطنی نے حارث کی حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور علقمہ اور الاسود کی حدیث عبد اللہ سے روایت کی ہے اور مکحول کی حدیث واثلہ سے بھی روایت کی ہے اور ابو الدرداء کی حدیث بھی لائے ہیں لیکن یہ تمام اسانید بالکل کمزور ہیں۔ عقلی فرماتے ہیں کہ اس متن کی کوئی سند بھی ثابت نہیں ہے اور امام بیہقی کی اس باب میں تمام روایتیں انتہائی کمزور ہیں۔ اس باب میں سب سے زیادہ صحیح حدیث مکحول کی حدیث ابو ہریرہ سے ہے۔ وہ بھی مرسل ہے۔ ابو احمد الحاکم فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے۔ علامہ ابن حجر کی کتاب المستدرک جلد ۱/۲ صفحہ ۳۵ طبع مصر اور پاکستان میں اس طرح تفصیل ہے۔

اور امام ابوداؤد نے بھی اس روایت کو بوجہ منقطع ہونے کے ضعیف کہا ہے۔ کذا فی نصب الرایۃ للولی علی الحنفی۔ ص ۲۷ جلد ۲۔ اور امام عبد العظیم المنذری مختصر سنن ابوداؤد صفحہ ۳۸ میں اسی روایت کے تحت لکھتے ہیں:-

لم یسمع مکحول عن ابی ہریرۃ۔ آ۵۔ مکحول کا سماع ابو ہریرہ سے ثابت نہیں ہے۔

اور اسی طرح امام شوکانی نیل الاوطار صفحہ ۷۴ جلد ۳ میں اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود شرح سنن ابی داؤد صفحہ ۳۲۵ ج ۲ اور علامہ سیوطی نے الجامع الصغیر صفحہ ۳۸ جلد ۲ اور علامہ مناوی فیض القدیر شرح جامع الصغیر صفحہ ۲۶۰ جلد ۳ اور علامہ امیر میمانی سبل السلام صفحہ ۲۹ ج ۲ میں وغیرہم علماء نے اپنی کتابوں میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ پس یہ روایت ہی ثابت نہیں تو پھر

ثانیاً: یہاں بریافاجر (نیک یابد) کا سوال نہیں بلکہ یہاں عقیدے کی بحث ہے۔ لہذا یہ روایت علی تقدیر تسلیم الصحت (صحیح ماننے کی صورت میں) بھی خارج عن النزاع (بحث سے خارج) ہے۔

دوسری دلیل بخاری کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ المقتون المبتدع میں روایت ہے کہ امیر المومنین عثمانؓ جب کہ وہ اپنے گھر میں محصور تھے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ ان بلوائیوں کا مسجد پر قبضہ ہے اور جماعت کر رہے ہیں۔ کیا ان کے ساتھ نماز ادا کرے یا نہ؟ جواب میں کہا کہ:-

”الصلوة احسن ما يعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن

معهم فاذا اساء وافاجتنب اساء تهم“۔

”لوگوں کے تمام اعمال میں نماز سب سے بہتر عمل ہے۔ لہذا لوگ جب اچھا کام کریں تو ان کے ساتھ نیکی میں شامل ہو جاؤ اور جب وہ برا کام کریں تو ان غلط کاموں سے بچو اور الگ رہو“۔

مگر اس روایت سے بھی استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ اس وقت کوئی حنفی نہ تھا اور نہ اس قسم کے فاسد عقائد ظاہر ہوئے تھے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اور ثابت کر دیا گیا یہ عقائد سلف کے عقائد کے خلاف ہیں۔ الحاصل صحت اور جواز کا دعویٰ کرنے والوں کے پاس بھی معقول یا قابل تسلیم دلیل نہیں۔ اور جب کہ ثابت ہوا۔ حنفیوں کے عقائد اہل السنۃ و سلف صالحین کے عقائد کے خلاف ہیں۔ لہذا ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کو درست نہیں کہا جاسکتا۔

هذا ما عندنا والله اعلم بالصواب

## ہماری آئندہ آنے والی مطبوعات

- ۱۔ توحید ربانی یعنی سچی مسلمانی علامہ سید بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ
- ۲۔ تنقید سدید اجتہاد و تقلید
- ۳۔ فقہ و حدیث
- ۴۔ توحید خالص
- ۵۔ خطبات راشدیہ حصہ دوم
- ۶۔ قرآن نماز میں بسم اللہ بالجہر پڑھنا
- ۷۔ چالیس احادیث
- ۸۔ بدیع الرسائل
- ۹۔ بدیع الفتاویٰ
- ۱۰۔ عین شین اردو
- ۱۱۔ رزق میں آخر حلال ہی کیوں؟ فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ
- ۱۲۔ تقدیر کیا ہے؟
- ۱۳۔ سنت کی آئینی اہمیت و تکرین حدیث کے شبہات کا ازالہ

تمام مخلص حضرات اور دین کا درد رکھنے والے دوستوں سے گزارش کی جاتی ہے کہ یہ کتابیں خرید کر کے خود پڑھیں اور دوسروں تک پہنچائیں۔  
مختیر حضرات سے اس کا رخیہ میں خصوصی تعاون کی اپیل کی جاتی ہے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## دعوت

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا مال

- غریب و مساکین کے ساتھ تعاون
  - بیوہ اور بے سہارا اور غریب عورتوں کی امداد
  - یتیم بچوں اور بچیوں کی شادی بیاہ اور کفالت
  - مساجد و مدارس کی تعمیر
  - دینی علم حاصل کرنے کیلئے گھر چھوڑنے والے طلبہ
  - اللہ کی راہ میں برسرِ پیکار اور کفار کے سامنے لڑنے والے مجاہدین
  - غریبوں اور ناداروں کے علاج معالجہ پر خرچ ہو
- تو آئیے !!!

عطیات

زکوٰۃ

صدقات

جمعیت اہل حدیث سندھ سے قائم کردہ

بیت المال میں جمع کرائیں

جہاں سے آپ کے مطلوبہ صبحِ مہتر میں خرچ ہوگا (ان شاء اللہ)

جمعیت اہل حدیث سندھ (کراچی ڈویژن)  
دفتر: ۱۱، سہارا لائی ہوئی لین، پستاری کراچی فون: 7511932

اگر آپ ڈیڑھ دن کی مطبوعات

جمہیت الہدیت سے

